www.KitaboSunnat.com

علامہ علی خلف حسینی ☆☆
مترجم: حافظ محمد صفدر ☆

جمع قرآن اور مصاحفِ عثمانیہ کی رو سے ثبوتِ قراءات

[اَسباب جمع کے بارے میں اور اس بارہ میں کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے عہد صدیقی میں تمام وجوہ سمیت قرآن مجید جمع کیا]

قراءات متواترہ کے انکار کے سلسلہ میں بعض معاصر 'مفکرین' سخت گمراہی کا شکار ہیں، لیکن اس حد تک وہ بھی اتفاق رکھتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جس قرآن کو جمع کیا تھا اور جس 'قراءت عامہ' پر مصحف کی کتابت کروائی تھی، اس میں مکتوب ہر شے قرآن ہی ہے اور وہی قرآن (مصحف) آج تک امت میں اتفاقی تعامل سے مقروء ہے، لیکن تحقیق سے یہ بات ثابت ہوچکی ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے قراءاتِ قرآنیہ کو ختم نہیں فرمایا تھا اور جو مصاحف لکھوائے تھے، وہ موجودہ تمام قراءات کے مطابق تھے، بلکہ علمائے قرآن کے ہاں تو ثبوت قراءات کی ایک متفقہ شرط یہ ہے کہ وہ مصاحف عثمانیہ میں سے ہر صورت کسی نہ کسی کے متن (رسم) سے مطابقت رکھتی ہوں۔ مزید برآں سلف کے ہاں 'قراءت عامہ' سے مراد بھی روایت حفص کے بجائے 'قراءات سبعہ وعشرہ' ہیں۔ اسی طرح روایت حفص کی طرح دیگر تمام قراءات بھی امت میں پچھلی چودہ صدیوں سے اتفاقی تعامل کے ساتھ منقول چلی آرہی ہیں۔

زیر نظر مضمون میں جمہوریہ مصر کے نامور عالم قراءات شیخ المقاری علامہ علی خلف الحسینی رحمہ اللہ نے جمع عثمانی کی نوعیت اور مصاحفِ عثمانیہ کے مختلف قراءات پر مشتمل ہونے کو موضوع بحث بنایا ہے۔ ان کی زیر نظر تحریر ان کی کتاب الکواکب الدّریۃ سے اخذ کرکے قارئین کی نظر کی جارہی ہے۔ (ادارہ)

وفاتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہی جب وحی کا انقطاع حتمی ہوگیا تو فطرت نے جمع قرآن کا تقاضا کیا۔ اللہ نے اُمت محمدیہ کے لیے حفاظت قرآن کا وعدہ پورا کرتے ہوئے خلفاء راشدین کے دل میں جمع قرآن والی بات القاء کی۔ اس (مبارک کام) کی طرح حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے مشورہ سے ڈالی۔ سو جمع قرآن کا کام زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے انجام دیا۔ یہ مصحف تاحیات حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس رہا پھر بعد میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ان کی وفات تک رہا اور ان کے بعد حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس تاحین حیات رہا۔

(زید رضی اللہ عنہ کا جامع کردہ مصحف) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وصیت کے مطابق حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو منتقل کردیا گیا اور انہی کے پاس رہا۔ جسے ضرورت ہوتی وہ ان سے حاصل کرکے اسے دیکھ لیتا۔

☆☆ جمہوریہ مصر کے مایہ ناز عالم قراءات اور محقق
☆ فاضل کلیۃ القرآن الکریم، جامعہ لاہور الاسلامیہ، رکن مجلس التحقیق الاسلامی، لاہور

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قاضی ابن باقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

حضرت ابوبکرصدیق رضی اللہ عنہ کا قرآن جمع کرنا فرض کفایہ تھا جس کی دلیل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول ہے:

«لا تکتبوا عنی شیئًا غیر هذا القرآن» ''مجھ سے قرآن کے علاوہ کچھ مت لکھو۔''

اور اسی طرح فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ﴾

''اس قرآن کا پڑھانا اور جمع کرنا ہماری ذمہ داری ہے۔''

سبب:

اس کے پس منظر میں مسیلمہ کذاب کا واقعہ ہے۔ جب اس کی طرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ سے دعوتِ توحید کا پیغام بھیجا تو اس نے نبوت کا دعویٰ کرڈالا اور اپنا ایک آدمی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بھیجا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اَقوال اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل شدہ قرآن کی اِطلاعات اس تک پہنچاتا تھا اور وہی منقول اَخبار وغیرہ مسیلمہ اہل یمامہ کے سامنے پڑھتا تاکہ وہ سمجھیں کہ یہ اسی پر نازل ہوا ہے۔ جب اس نے رحمٰن کا نام سنا تو اس نے اپنا نام بھی رحمٰن رکھ لیا۔ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن مشہور ومعروف ہوا تو اب اس کے لیے ممکن نہ تھا کہ وہ اسے اپنی طرف منسوب کرکے لوگوں کے سامنے بیان کرسکے تو اس نے قرآن میں اختلاط کرنے کی کوشش کی۔ مسیلمہ جادوگری میں معروف تھا اور بہت فریبی اور کمینی طبیعت کا مالک تھا۔ نیز قراء کا سب سے بڑا دشمن بھی تھا۔

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خالق حقیقی سے جاملے اور ابوبکر رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو مسیلمہ نے اپنے اوچھے پن کا ثبوت دیتے ہوئے اپنی باطل اور جھوٹی خرافات کے ذریعے بنوحنیفہ کو مرتد بنا ڈالا۔ جب اس بات کا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو علم ہوا تو انہوں نے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں چار ہزار گھڑ سواروں پر مشتمل لشکر روانہ کیا۔ دونوں جماعتوں میں مڈبھیڑ ہوئی اور گھمسان کا رن پڑا۔ مسلمانوں میں سے ایک جماعت نے شہادت حاصل کی جن میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے بھائی زید رضی اللہ عنہ بھی تھے اور انہی شہداء میں سے سات سو قراء بھی تھے۔ حضرت براء بن مالک رضی اللہ عنہ نے مسیلمہ پر حملہ کرکے اس کی فوج کو ٹکڑوں میں تقسیم کردیا۔ اللہ کی مدد نازل ہوئی۔ مسلمانوں نے دشمن کی فوج کو شکست سے دوچار کیا اور ان کا پیچھا کیا حتیٰ کہ انہیں ایک باغ میں پناہ لینے پر مجبور کردیا۔ مسیلمہ کے ساتھیوں نے باغ میں داخل ہوکر خود پر دروازہ بند کرلیا۔ براء بن مالک رضی اللہ عنہ اپنی ڈھال سے چھپتے ہوئے ان میں داخل ہوگئے اور انہوں نے مسلمانوں کے لیے دروازہ کھول دیا وہ اندر داخل ہوئے، انہوں نے مسیلمہ اور اس کے ساتھیوں کو قتل کردیا اور اس باغ کا نام 'موت' رکھا گیا۔ بخاری کی روایت کے مطابق مسیلمہ کو قتل کرنے والے وحشی رضی اللہ عنہ تھے اور وہ کہا کرتے تھے: ''میں نے ایک بہترین آدمی (حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ) کو شہید اور بدترین آدمی (مسیلمہ) کو قتل کیا۔''

امام شاطبی رحمہ اللہ اس واقعہ کی طرف اِشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''عہد صدیقی رضی اللہ عنہ میں جنگ یمامہ میں مسیلمہ سے مڈبھیڑ ہوئی اور وہ اس میں ناکام ہوا۔ شدید لڑائی کے بعد وہ میدان ہی اس کی قبر ثابت ہوا اور یہ لڑائی قراء پر بھی سخت بھاری تھی۔''

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ صورتِ حال دیکھی تو روئے زمین سے قراء کے اُٹھ جانے کے ساتھ قرآن کے اُٹھ جانے کا خطرہ محسوس کرتے ہوئے اس سے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو آگاہ فرمایا اور قرآن جمع کرنے کا مشورہ دیا۔ اسی بات کو امام ابوعمرو دانی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب 'المحکم' میں اپنی سند کے ساتھ نقل کیا ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور ایک دوسری روایت میں ہے:

''عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا مختلف علاقوں میں بکثرت قراء کے شہید ہونے کی وجہ سے مجھے ڈر ہے کہیں قرآن ختم نہ ہوجائے، لہٰذا آپ جمع قرآن کا حکم جاری فرمایئے۔ تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا جو کام اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا اور نہ ہی اس کے کرنے کے بارہ میں ہمیں کہا ہے تو میں ایسا کام کیوں کروں؟ تو عمرؓ نے فرمایا: آپ یہ کام کیجئے، اللہ کی قسم اس میں خیر ہے۔ عمر رضی اللہ عنہ اس کام کے لیے ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہتے رہے حتیٰ کہ اللہ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو وہ دکھایا جو عمر رضی اللہ عنہ نے دیکھا اور ایک روایت کے مطابق ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ عمر رضی اللہ عنہ مجھ سے اس کام کے لیے اصرار کرتے رہے حتیٰ کہ اللہ نے میرے سینے کو اس کام کے لیے کھول دیا۔''

زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: مجھے ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بلایا ان کے پاس عمر رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے اور عمر رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ صورتِ حال کو بیان کرتے ہوئے مجھے قرآن جمع کرنے کا کہا۔ میں نے عمر رضی اللہ عنہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا ہم وہ کام کیسے کر سکتے ہیں جو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا؟ تو انہوں نے فرمایا: اللہ کی قسم یہ سراسر خیر ہے۔ وہ مجھ سے اصرار کرتے رہے حتیٰ کہ اللہ نے اس کام کے لیے میرا سینہ کھول دیا۔ انہوں نے کہا تو عقل مند نوجوان آدمی ہے اور کاتب وحی بھی ہے، لہٰذا میں تمہیں اس کام کی زحمت دوں گا۔ آپ قرآن کو کتابی شکل میں جمع کریں۔ میں نے ان دونوں سے کہا جو کام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا وہ آپ کیوں کر رہے ہیں؟ ان دونوں نے کہا: اللہ کی قسم اس میں خیر ہے۔ وہ مجھ سے اصرار کرتے رہے حتیٰ کہ اللہ نے اس کام کے لیے میرے سینے کو کھول دیا اور مجھے بھی وہ (خیر) نظر آنے لگی جو انہوں نے دیکھی تھی۔

سوال: ﴿إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ﴾ کا علم ہونے کے باوجود حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قرآن ختم ہونے کا خوف کیا معنیٰ رکھتا ہے؟

جواب: عمر رضی اللہ عنہ کے قول کا مطلب یہ ہے کہ قرآن مجید چونکہ مختلف لوگوں کے پاس تھا، جب لوگ فوت ہوگئے تو ان کے جانے کے ساتھ وہ لکھا ہوا بھی ختم ہونے کا اِمکان تھا، کیونکہ نامعلوم متوفی نے وہ مکتوب آیات کہاں رکھی ہوں اور کیسے لکھی ہوں۔ عمر رضی اللہ عنہ کے کہنے کا مطلب الفاظِ قرآن کا ختم ہونا نہ تھا بلکہ کتابت قرآن کا ختم ہونا تھا۔

- یا عمر رضی اللہ عنہ نے تواتر کے ختم ہونے کا اندیشہ محسوس کیا۔
- یا یہ کہ آیات کو محفوظ کر لینا تحریف سے محفوظ کرنے کے مترادف ہے۔

سوال: ابوبکر رضی اللہ عنہ کے قول لم یأمر یا رسول الله بکتابة القرآن کا کیا مطلب ہے اور اس پر مستزاد بخاری میں موجود روایت «لا تکتبوا عنی غیر القرآن شیئا ومن کتب غیره فلیمحه» بھی سامنے ہو تو؟

جواب: ابوبکر رضی اللہ عنہ کے کہنے کا مطلب یہ تھا کہ آپ نے ہمیں یہ حکم نہیں دیا کہ ہم ان مختلف جگہ پر لکھے جانے والے قرآن کو ایک مصحف کی شکل میں جمع کریں یا لکھیں۔

سوال: تیس سے زائد کاتبین وحی کی موجودگی کے باوجود زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا ہی انتخاب کیوں؟ حالانکہ کاتبین وحی میں بڑے بڑے نام بھی موجود تھے، مثلاً ابوبکر، عمر، عثمان، علی، ابان بن سعید، خالد بن ولید، ابی بن کعب، ارقم بن ابی ارقم، معاویہ بن ابی سفیان، ثابت بن قیس، حنظلہ بن ابی الربیع، ابورافع قبطی، خالد بن سعید بن عاص، زید بن ثابت، علاء بن حضرمی اور اسی طرح کتابین اَموال صدقہ میں سے زبیر بن عوام، اور جہم بن صلت، کھجوروں کے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اندازے لکھنے کے لیے حذیفہ بن یمان، معاملات کے کاتبین مغیرہ بن شعبہ اور حصین بن نمیر رضی اللہ عنہم ایسے ہی جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر باغیوں نے حملہ کیا اور انہی میں سے ایک نے ان کے ہاتھ پر تلوار سے وار کیا تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ہاتھ اٹھاتے ہوئے فرمایا: ''اللہ کی قسم یہ وہ ہاتھ ہے جس نے سب سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے مفصل سورتیں تحریر کیں۔''

معاویہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے کہا اے معاویہ! دوات (کا منہ) کھلا رکھو، قلم کو ٹیڑھا قط لگاؤ (کاٹو)، باء کو سیدھا لکھو، سین کے شوشوں کو جدا جدا کر کے لکھو، میم کے منہ کو گول کرو، لفظ اللہ خوبصورت لکھو، رحمٰن پر کھڑی زبر ڈالو، اور رحیم کو نہایت خوبصورت لکھو۔ قلم اپنے بائیں کان پر رکھو یہ آپ کو زیادہ یاد کروانے والی ہے۔''

پھر ان میں سے ہجرت کے بعد زیادہ تر وحی زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے تحریر کی، فتح مکہ کے بعد معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ نے، قریشیوں میں سے پہلے عبداللہ بن سعد بن ابی السرح (لیکن یہ مرتد ہوگئے مدینہ سے بھاگ کر مکہ آ گئے اور فتح مکہ کے وقت دوبارہ مسلمان ہوگئے تھے) اور مدینہ میں سب سے پہلے کاتب وحی ابی بن کعب تھے۔ ان سب کی موجودگی میں ابوبکر رضی اللہ عنہ نے زید رضی اللہ عنہ ہی کو کیوں منتخب کیا؟

جواب: زید رضی اللہ عنہ کو خاص کرنے کی وجہ ان کا دینی کمال، عدالت، حسن سیرت اور علم تھا۔

حافظ ابونعیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: زید رضی اللہ عنہ علم، فقہ اور فرائض میں اُمت میں سے سب سے بہتر تھے۔

امام شعبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: زید رضی اللہ عنہ نے رکاب میں پاؤں رکھا تاکہ سواری پر سوار ہوسکیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے ان کی سواری کی لگام تھام لی۔ زید رضی اللہ عنہ فرمانے لگے: اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچیرے بھائی چھوڑ دیجئے اور ہمیں شرمندہ نہ کیجئے، تو فرمایا: ہم تو علماء کے ساتھ اسی (اَدب کے ساتھ) پیش آتے ہیں، زید رضی اللہ عنہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کا ہاتھ پکڑا اور بوسہ دیتے ہوئے فرمایا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اپنے معززین اور کبار کا اسی طرح اَدب کرنے کا حکم دیا ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما، زید رضی اللہ عنہ کی بابت فرماتے ہیں:

أنه من الراسخين في العلم ''وہ علم میں پختگی رکھنے والوں میں سے تھے۔''

اور انہی کی بابت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے ان کی وفات پر مرثیہ کہتے ہوئے کہا:

فمن للقوافی بعد حسان وابنہ
ومن للعمانی بعد زید بن ثابت

''شعر گوئی میں حسان رضی اللہ عنہ اور اس کے بیٹے کا کوئی ہمسر نہیں اور نکتہ رسی میں زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا کوئی ثانی نہیں۔''

زید رضی اللہ عنہ نہایت ذہین وفطین تھے۔ انہی سے مروی ہے، فرماتے ہیں: مجھے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے پاس خط آتے ہیں میں پسند نہیں کرتا کہ ہر ایک ان سے باخبر ہو کیا آپ سریانی زبان سیکھ سکتے ہیں؟ میں نے عرض کی جی ہاں! چنانچہ میں نے سترہ (۱۷) راتوں میں وہ زبان سیکھ لی۔

انہوں نے عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں قرآن جمع کیا (لکھا) اور عرضۂ اخیرہ کے مطابق دونوں مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن سنایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے وحی کی کتابت بھی کی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

امام شاطبی ؒ نے عقیلہ میں اسی طرف اشارہ کیا ہے:

نادی أبابکر الفاروق خفت علی الـ
قراء فادرك القرآن مستطرا
فاجمعوا جمعه فی الصحف واعتمدوا
زید بن ثابت العدل الرضا نظراً

''عمر ؓ نے ابوبکر ؓ سے کہا کہ قراء کے شہید ہونے کی وجہ سے مجھے خطرہ محسوس ہو رہا ہے لہٰذا قرآن مجید کتابی شکل میں جمع کروائیے۔

انہوں نے قرآن مجید کو مصاحف میں جمع کروانے پر اتفاق کیا اور اس معاملہ میں زید بن ثابت ؓ جو عادل و پسندیدہ ہیں، پر جانچ کر اعتماد کیا۔

زید ؓ فرماتے ہیں اگر شیخین (ابوبکر وعمر ؓ) مجھے ایک پہاڑ دوسری جگہ منتقل کرنے کا حکم دیتے تو یہ کام (جمع قرآن) سے زیادہ مشکل نہ تھا اور دوسری روایت کے مطابق اگر مجھے ایک پہاڑ دوسری جگہ منتقل کرنے کا حکم دیا جاتا تو وہ میرے لیے اس (جمع قرآن) سے زیادہ آسان تھا۔ فرماتے ہیں میں نے قرآن میں اوراق عسب (کھجور کے پتوں) لنحاف (سفید باریک چوڑا پتھر) اور لوگوں کے سینوں سے جمع کرنا شروع کیا اور ایک روایت میں ہے کہ میں نے قرآن مجید لوگوں کے سینوں (حفظ) رقاع (کپڑوں سے) اضلاع (پسلی کی ہڈیوں سے) اور عسب (پتھر کے ٹکڑوں) سے جمع کیا۔ یعنی عہد نبوی میں قرآن مجید مذکورہ متفرق چیزوں پر بلا ترتیب سورہ لکھا جا چکا تھا اگرچہ ایک جگہ پر جمع نہ تھا۔ جیسا کہ ابوداؤد نے نقل کیا ہے کہ زید ؓ فرماتے ہیں: ایک آیت جو میں اللہ کے رسول ﷺ سے سنا کرتا تھا مجھے صرف ایک انصاری صحابی کے پاس (لکھی) ہوئی ملی۔ وہ آیت مندرجہ ذیل ہے:

﴿مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوْا اللهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَنْ قَضٰى نَحْبَهٗ... الاٰیۃ﴾ سو میں نے اسے اس کے مقام پر لکھ دیا۔

ایک روایت میں ہے کہ مجھے ایک اور آیت نہ ملی میں اس کی تلاش میں نکلا اور مہاجرین و انصار سے اس کی بابت پوچھتا رہا یہاں تک کہ مجھے وہ آیت حضرت خزیمہ بن ثابت انصاری ؓ کے پاس سے ملی، وہ آیت یہ ہے:

﴿لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ... الاٰیۃ﴾ سو میں نے یہ آیت سورہ توبہ کے آخر میں لکھ دی۔ پھر میں نے پورا قرآن خود پڑھا تو اس میں کوئی بھی کمی نہ تھی۔

سوال: حضرت زید ؓ حافظ قرآن اور کاتب وحی ہونے کے باوجود مذکورہ آیات کی تلاش و تتبع میں کیوں نکلے نیز کیا ایک آدمی سے آیت ملنے پر تواتر ثابت ہو جاتا ہے۔

جواب: حضرت زید ؓ دوسروں سے سوال اس وجہ سے کرتے تھے تاکہ منزل حروف سبعہ کا اِحاطہ کر سکیں اور اگر کوئی وجہ رہ گئی ہو تو اسے دوسرے سے پوچھ کر مکمل کر سکیں چونکہ مکتوباتِ قرآنیہ متفرق تھے یا نبی ﷺ کے سامنے لکھے جانے والے مکتوبات سے زائد تھے۔ لہٰذا یقین کامل اور انداز تحریر کے جانچنے کے لیے ضروری تھا کہ زید ؓ لکھا ہوا دیکھتے اور اگر مسئول حافظ بھی ہوتا تو اپنے حافظے سے اس کی تصدیق و تائید کرتا تاکہ انہیں (زید ؓ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کو) معلوم ہو سکے کہ آیا اس میں کوئی اور قراءت ہے یا نہیں اور دوسری وجہ یہ بھی تھی کہ جب لکھتے وقت حافظ بھی اصل پر اعتماد کرے تو یہ زیادہ موزوں اور قابل اعتماد ہوتا ہے، کیونکہ مکتوب رسم الخط کے موافق لکھنا زیادہ بلیغ اور ممکن الحصول ہے اور اس لیے بھی کہ خبر واحد کی بجائے قطعی طریقے سے حاصل ہونے والا علم زیادہ قوی اور پختہ ہوتا ہے۔

سوال کے دوسرے حصے کا جواب کہ زید رضی اللہ عنہ کے قول:

" فقدت اية لم أرها مكتبوة اورلم أجدها إلا عند رجل کا مطلب یہ ہے کہ:

''وہ آیت مجھے لکھی ہوئی صرف ایک آدمی کے پاس سے ملی۔ مزید اگر حضرت زید رضی اللہ عنہ کے قول پر غور کیا جائے تو اس میں عند رجل (ایک آدمی کے پاس تھی) ہے نہ کہ فی حفظ رجل (صرف ایک حافظ کے علم میں تھی) اور یہ بھی یاد رہے کہ تواتر کتابت سے حاصل نہیں ہوتا بلکہ قراء کی تعداد تو عدد تواتر سے کہیں زیادہ تھی۔''

مذکورہ بالا تقریر سے یہ بات واضح ہوگئی کہ زید نے حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مصداق منزل اَحرف سبعہ کی تمام معتبر وجوہ قراءات (برابر ہے کہ وہ متفقہ تھیں یا مختلفہ) کو مصحف میں جمع کیا، کیونکہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے انہیں سارا قرآن جمع کرنے کا حکم دیا تھا اور حروفِ سبعہ کا ہر ہر حرف قرآن مجید ہے، اگر ان میں سے کوئی ایک بھی رہ جاتا تو مکمل نہ ہوتا۔ امام شاطبی رحمہ اللہ نے اسی طرف اِشارہ کرتے ہوئے فرمایا ہے:

فقام فيه بعون الله يجمعه
ياالقصح والجدوا لعزم الذى بهرا
من كل أوجه حتى استتم له
بالسبعة الأحرف العليا كما اشتهرا

''حضرت زید رضی اللہ عنہ نے اللہ کی مدد، جہد مسلسل اور عزم مصمم کے ساتھ امت کی خیر خواہی کو سامنے رکھتے ہوئے جمع قرآن کے کام کا بیڑا اٹھایا حتیٰ کہ انہوں نے احرف سبعہ کی تمام وجوہ معروفہ ومشہورہ کو مصاحف میں جمع کر دیا۔''

عہد عثمانی میں زید کا جمع کردہ مصحف کس کے پاس رکھا گیا؟ نیز عہد عثمانی میں اسی مصحف سے مزید مصاحف کس نے اور کیوں جمع کیے۔

حضرت زید رضی اللہ عنہ نے قرآن مجید مکمل لکھ کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو دے دیا۔ یہ قرآن انہی کے پاس تاوفات رہا۔ جب ان کی وفات کا وقت قریب آیا تو انہوں نے یہی نسخہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دیا جب عمر رضی اللہ عنہ فوت ہوئے تو یہی مصحف حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی تحویل میں دے دیا گیا۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے تو عمر رضی اللہ عنہ کو نص کی وجہ سے منتقل کیا، لیکن عمر رضی اللہ عنہ نے عثمان رضی اللہ عنہ کو یہ مصحف منتقل اس لیے نہیں کیا تھا، کیونکہ انہوں نے عثمان رضی اللہ عنہ کا معاملہ شوریٰ کے سپرد کر دیا تھا۔

نوٹ: اس سے مصحف کے حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس ہونے کی نفی نہیں ہوتی، کیونکہ یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وصیت تھی۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے بھی مصحف کا حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس ہونا نقل کیا ہے۔

عہد عثمانی میں حذیفہ رضی اللہ عنہ، آرمینیہ اور آذربائیجان کی لڑائی میں شریک ہوئے۔ اتفاقاً یہ دونوں لڑائیاں ایک ہی سال میں ہوئی تھیں اور ان میں سے ہر دو میں شام اور عراق سے لشکر شامل ہوئے۔ آرمینیہ کئی شہروں پر مشتمل ایک بہت بڑا شہر ہے۔ یہ شمال کی طرف واقع ہے۔ یہ شہر اپنی خوبصورتی، معتدل آب و ہوا، کثیر پانی اور درختوں کی وجہ سے اپنی مثال

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

آپ ہے۔آذربائیجان یہ عراق کے مغربی پہاڑی سلسلہ کے مضافات میں آرمینیہ سے ملا ہوا ایک بہت بڑا شہر ہے۔

سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ نے اہل حمص جنہوں نے مقداد رضی اللہ عنہ سے قراءت حاصل کی تھی کو دیکھا جو کہہ رہے تھے کہ ان کی قراءت دوسروں سے بہتر ہے۔اہل دمشق کی بھی یہی رائے تھی اور اہل کوفہ جنہوں نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے قراءت حاصل کی تھی کا بھی یہی حال تھا اور اہل بصرہ جنہوں نے ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے قراءت حاصل کی تھی ان کی بھی یہی حالت تھی اور مزید یہ کہ انہوں نے اپنے مصحف کا نام 'الباب القلوب' رکھا ہوا تھا۔

حذیفہ رضی اللہ عنہ اس صورت حال سے گھبرا گئے۔سیدھے مدینہ میں عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہا اے امیر المومنین! میں نے لوگوں کو قرآن میں یہود و نصاریٰ کی طرح اختلاف کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ان میں سے ایک آدمی کھڑا ہوتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ فلاں کی قراءت ہے اور 'الوسیلة' میں ہے لوگوں نے تو قرآن میں اختلاف کیا ہے۔اللہ کی قسم مجھے ڈر ہے کہ کہیں انہیں بھی وہ چیز نہ آن لے جو اختلاف کی وجہ سے یہود و نصاریٰ کو آ پہنچی تھی جب اہل کتاب کی طرح یہ کہا جائے گا کہ یہ فلاں کی قراءۃ ہے اور یہ فلاں کی۔آپ اس وقت کیا کریں گے لہٰذا اس سے پہلے کچھ کیجئے۔

چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بارہ ہزار لوگوں کو جمع کیا اور ان سے پوچھا تمہارا کیا خیال ہے اور ایک روایت میں ہے مجھ تک یہ خبر پہنچی ہے کہ لوگ ایک دوسرے پر اپنی قراءت کو ترجیح دے رہے ہیں،قریب ہے کہ یہ معاملہ کفر تک جا پہنچے بتاؤ تمہاری کیا رائے ہے لوگوں نے کہا جو آپ چاہیں (ویسا کریں) اور دوسری روایت میں ہے جیسا کہ 'درہ' میں بھی ہے لوگوں نے جواب دیا جو آپ کی رائے وہی ہماری رائے ہے۔آپ نے فرمایا میری رائے میں تو تمام لوگوں کو ایک مصحف پر اکٹھا کر دینا چاہئے تاکہ اختلاف ختم ہوجائے تو لوگوں نے اتفاق رائے کا اظہار کیا۔پھر آپ نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے مصحف منگوایا تاکہ اس سے مزید نقول تیار کی جاسکیں اور فرمایا یہ مصحف بعد میں واپس بھجوا دیں گے سو حفصہ رضی اللہ عنہا نے مصحف عثمان بھجوا دیا۔امام قسطلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ واقعہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کے دوسرے یا تیسرے سال ۲۵ ہجری میں پیش آیا۔

امام جزری رحمہ اللہ کے بقول یہ واقعہ ۳۰ ہجری کے لگ بھگ کا ہے۔چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے انصار میں سے زید بن ثابت رضی اللہ عنہ اور قریش کی ایک جماعت جن میں عبداللہ بن زبیر، سعید بن العاص، ابان بن سعید، عبدالرحمٰن بن حارث بن ہشام رضی اللہ عنہم شامل تھے کو جمع کیا اور کہا سب سے اچھا کون لکھتا ہے؟ جواب ملا کاتب رسول زید بن ثابت رضی اللہ عنہ ،پھر فرمایا سب سے زیادہ اعراب کون جانتا ہے اور ایک روایت میں ہے سب سے زیادہ فصیح لہجہ کس کا ہے؟ انہوں نے کہا سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کا۔سو آپ نے فرمایا سعید لکھوائے اور زید لکھے اور ان سے کہا اس مصحف سے مزید مصاحف تیار کرو۔اس کمیٹی کا سربراہ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو بنایا۔سو صحابہ کرام نے بالاتفاق بغیر تقدیم و تاخیر اور نقص و زیادتی کے منزل قرآن مجید کو جبرئیل کی بتلائی ہوئی لوح محفوظ والی ترتیب کے مطابق دو گتوں کے درمیان کتابی شکل میں محفوظ کردیا۔

امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

صحابہ نے قرآن مجید بالکل اسی طرح تالیف کیا جس طرح انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا۔حضرت زید رضی اللہ عنہ عرضہ اخیرہ میں آپ کے ساتھ موجود تھے اور اسی ترتیب کے ساتھ اپنی وفات تک لوگوں کو پڑھاتے رہے۔اسی وجہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے جمع قرآن کے معاملہ میں ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان پر اعتماد کیا اور عثمان رضی اللہ عنہ نے بھی مصاحف کی کتابت انہی کے سپرد کی۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے زید رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کو حافظ ہونے کے باوجود مصحف صدیقی سے نقول تیار کرنے کا حکم دیا کیونکہ مصحف صدیقی کا اعتماد ان مکتوبات متفرقہ پر تھا جو نبی ﷺ کے سامنے لکھے گئے تھے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مصحف صدیقی کو اصل بنا کر قرآن میں قیل وقال کا دروازہ ہمیشہ کے لیے بند کر دیا۔

سوال: اگر کوئی یہ کہے کہ ممکن ہے مصاحف میں کچھ زائد لکھا گیا ہو یا قرآن کا کچھ حصہ لکھنے سے رہ گیا ہو؟

جواب: اس کا جواب یہ ہے کہ اس کا یہ خیال باطل ہے، کیونکہ صحابہ نے جو کچھ لکھا اس کی صحت پر مصاحف دلالت کرتے ہیں۔ مزید یہ کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے زید رضی اللہ عنہ کو منتخب کیا اور ان کی سپردگی میں مصاحف کی کتابت کروائی جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے کہ شیخین نے بھی کتابت مصاحف میں انہی (زید رضی اللہ عنہ) پر اعتماد کرتے ہوئے انہی کا انتخاب فرمایا تھا اور انہوں نے زید رضی اللہ عنہ کے ساتھ ان کی مدد اور حصول عدالت کے لیے ایک جماعت مقرر کر دی اور یہ جماعت قریشیوں پر مشتمل تھی کیونکہ قرآن اولاً ان کی لغت کے مطابق نازل ہوا تھا اور وہ اپنے ضبط کی خاص شہرت کی وجہ سے متعین کیے گئے۔

چنانچہ انہوں نے احرف سبعہ پر مشتمل پورا قرآن جو ۱۱۴ سورتوں پر مشتمل تھا اور جس کی ابتداء الحمد سے اور انتہا الناس پر ہوتی ہے، کو جمع کیا۔ انہوں نے ہر ہر سورہ کے شروع میں ماسوائے سورہ توبہ کے بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھی۔

سورہ التوبۃ کی بسم اللہ والی جگہ کو مصحف صدیقی رضی اللہ عنہ جس کا اعتماد عہد نبوی کے مکتوبات متفرقہ پر تھا، کی اقتداء کرتے ہوئے خالی چھوڑا گیا اور اسی طرح انہوں نے سورتوں کے نام، نستعین، تعداد، اجزاء و احزاب اور آیات کے نشانات سے بھی ان مصاحف کو مصحف صدیقی رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں خالی رکھا اور اسی طرح انہوں نے ہر اس چیز کو جو قرآن نہ تھی، سے ان کو خالی رکھا۔ حالانکہ صحابہ میں سے بعض اپنے مصاحف میں آپ ﷺ سے مسموعہ تفسیری کلمات بھی لکھ لیا کرتے تھے۔

امام جزری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''بسا اوقات صحابہ کرام اپنے مصاحف میں تبیین و وضاحت کی خاطر تفسیری کلمات بھی لکھ لیا کرتے تھے کیونکہ وہ باخبر تھے اور قرآن وغیر قرآن کے التباس کا انہیں اندیشہ نہ تھا اور بعض لوگ تو قرآنی کلمات کے ساتھ ان تفسیری کلمات کو ملا کر لکھ لیا کرتے تھے۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ اس عمل کو ناپسند کرتے اور لوگوں کو اس بات سے روکتے تھے چنانچہ مسروق سے مروی ہے کہ وہ (ابن مسعود رضی اللہ عنہ) قراءۃ میں تفسیر کو ناپسند کرتے تھے اور مسروق کے علاوہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے نقل کیا گیا ہے کہ:
قرآن مجید کو تفسیری کلمات وغیرہ سے خالی رکھو اور غیر قرآن کو قرآن کے ساتھ خلط ملط نہ کرو۔''

مصاحف عثمانیہ کی بابت

قرآن مجید کن قراءتوں پر مشتمل ہے۔

اس بات میں کوئی اختلاف نہیں کہ قرآن مجید کا بعض حصہ عرضۂ اَخیرہ میں منسوخ ہوا۔ اس بارے میں کئی ایک صحابہ کے اقوال و آثار موجود ہیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امام جزری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''زر بن حبیش رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مجھ سے ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا آپ کون سی دو قراء تیں پڑھتے ہیں۔ میں نے کہا عرضہ اخیرہ کے مطابق پڑھتا ہوں۔ پھر کہا کہ نبی جبریل علیہ السلام سے ہر سال دور کیا کرتے تھے، لیکن آپ نے زندگی کے آخری سال دو مرتبہ دور کیا۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بھی اس بات کی تائید کی اور ان کی قراءت اس کے مطابق تھی جو عرضۂ اخیرہ میں باقی رکھا گیا''۔ [النشر فی القراء ات العشر]

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جب کامل تسلی ہوگئی کہ یہ قرآن ہے، آپ سے منقول ہے اور عرضہ اخیرہ میں اسے منسوخ نہیں کیا گیا تب انہوں نے اسے مصاحف میں لکھا اور جو اس کے علاوہ تھا اس کو چھوڑ دیا۔ مثلاً فامضوا وكان يأخذ كل سفينة صالحة غصبا۔ وأما الغلام فكان كافراً وغیرہ وغیرہ۔

صحابہ رضی اللہ عنہم نے متعدد مصاحف تیار کئے، کیونکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ان مصاحف کو حکومتی سطح پر بڑے بڑے شہروں میں نافذ کرنے کا ارادہ رکھتے تھے۔ چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے امراء کی طرف مصاحف بھجوائے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے اثبات و حذف والے کلمات کو مصاحف میں متفرق طور پر لکھ دیا، کیونکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ احرف سبعہ پر مشتمل مصاحف کا ارادہ رکھتے تھے لہٰذا کاتبین نے کلمات میں وہ رسم الخط اختیار کیا جس سے متعدد قراء ات سمجھی جاتی تھیں۔ مثلاً فتبينوا۔ ننشرها۔ اف۔ هيت۔ أخويكم۔ کو مصاحف میں اسی طرح لکھ دیا۔

اور کچھ کلمات ایسے تھے جو مختلف قراء ات میں مختلف تھے اور ان کو جمع کرنا ممکن نہ تھا لہٰذا صحابہ نے ان کلمات میں سے بعض کو بعض مصاحف میں اور بعض کو بعض مصاحف میں لکھ دیا۔ مثلاً وأوصىٰ، ووصىٰ۔ سارعو، وسارعو۔ وبالزبر وبالكتاب، والزبر والكتاب۔ خيراً منها، خيراً منهما۔ فتوكل، وتوكل۔ شركائهم، شركائهم۔ تجرى تحتها، تجرى من تحتها۔ اشد منكم۔ اشد منهم۔ بما كسبت، فبما كسبت۔ فان الله هو الغنى، فإن الله الغنى۔ وغیرہ۔

مذکورہ طرز کے کلمات کو متفرق طور پر مصاحف میں لکھ دیا گیا۔ اگر ان کلمات کی ایک صورت اصل اوراق پر اور ایک حاشیہ میں لکھ دی جاتی تو شاید سمجھا جاتا کہ حاشیہ میں غلط کی تصحیح کی گئی ہے۔ اگر یکے بعد دیگرے ان کلمات کو اصل میں لکھا جاتا تو ان کلمات کے اسی طرح نازل ہونے کا شبہ ہوسکتا تھا۔ (لہٰذا اس طرح کے کلمات کو متفرق طور پر لکھ دیا گیا تاکہ اختلاف کا ہر ذریعہ مسدود کیا جائے)

صحابہ نے مصاحف کو نقاط و اعراب سے بھی خالی رکھا تاکہ ایک کلمہ سے مختلف قراء ات سمجھی جاسکیں۔

دانی رحمہ اللہ نے 'المقنع' میں نقل کیا ہے کہ اسی وجہ سے ابن مسعود وغیرہ مصاحف میں نقاط و اعراب کو ناپسند سمجھتے تھے کیونکہ نقل کیا گیا ہے کہ اپنے مصاحف کو (اعراب و نقاط وغیرہ) سے خالی رکھو۔ صحابہ نے مصاحف کو نقاط و اعراب سے خالی رکھا تاکہ آپ سے منقول مختلف وجوہ قراء ات ان کلمات سے اخذ کی جاسکیں (اس کی وجہ یہ تھی قراءت کا مدار اصل میں تو حفظ پر تھا نہ کہ صرف کتابت پر)

لہٰذا	يعلمون	کو	تعلمون
	فتبينوا	کو	فتثبتوا
	يقبل	کو	تقبل

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ننشز	کو	ننشر
ولا یسئل	کو	ولا یسئل
أخویکم	کو	اخوتکم

اس طرح قرآن ایک ہی خط سے دونوں منقول عن الرسول قراءات کے مطابق پڑھا جاسکتا ہے۔

صحابہ نے آنحضرت ﷺ سے قراءات حاصل کیں۔ آپ ﷺ کو قرآن مجید معانی اور الفاظ پہنچانے کا حکم اللہ نے دیا تھا۔ صحابہ کے لیے جائز نہ تھا کہ وہ رسول اللہ ﷺ سے منقول اور ثابت شدہ قرآن مجید کے کسی حصہ کو کم کرتے۔

مصاحف عثمانیہ پر صحابہ کا اجماع تھا حتیٰ کہ کوئی دو آدمی بھی ایسے نہیں ملتے جنہوں نے ان سے اختلاف کیا ہو۔ ہاں حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اگر مصاحف کا کام میرے سپرد کیا جاتا تو میں بھی وہی کرتا جو عثمان نے کیا اور جب انہیں خلافت ملی تو حدیث: «أن النبی یأمرکم ان تقرؤ القرآن کما علمتم» ’’آپ ﷺ نے فرمایا تمہیں جیسے قرآن پڑھایا گیا ہے ویسے ہی پڑھو۔‘‘ کے راوی ہونے کے باوجود انہوں نے اپنی خلافت کے زمانہ میں ان مصاحف میں کچھ بھی تغیر نہ کیا۔

عہد صدیقی رضی اللہ عنہ اور فاروقی رضی اللہ عنہ کے مصاحف کو حضرت عثمان نے کیا کیا؟

جب نقل قرآن کے اتفاقی یا اختلافی حروف کا اعتماد حفاظ پر تھا تو آپ رضی اللہ عنہ نے سرکاری طور پر حفاظ کو بلادِ اسلامیہ میں تعلیم قرآن کے لیے مبعوث فرمایا اور مصاحف کو (اضافی طور پر) اُصول مقرر کردیا تاکہ ان کے نافذ کرنے سے لوگوں کا شوق بڑھے۔ لہٰذا آپ نے ہر صوبہ کی طرف ان کی اکثریتی قراءت کے موافق مصحف روانہ کردیا (اور یہ کوئی ضروری نہ تھا)۔

مروی ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے زید رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ اہل مدینہ کو پڑھائیں اور اس طرح عبداللہ بن سائب مکی رضی اللہ عنہ کو مکہ روانہ کیا۔ مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کو شامی مصحف کے ساتھ روانہ کیا۔ ابوعبدالرحمٰن السلمی رضی اللہ عنہ کو کوفہ اور عامر بن عبدقیس رضی اللہ عنہ کو بصری مصحف کے ساتھ روانہ کیا۔ یاد رہے مذکورہ شہروں میں اس وقت حفاظ تابعین کا ایک جم غفیر موجود تھا۔ مدینہ میں ابن مسیّب، عروہ، سالم، عمر بن عبدالعزیز، سلیمان، عطاء بن یسار، معاذ بن حارث المعروف قاری، عبدالرحمٰن بن ھرمز، ابن شہاب زھری، مسلم بن جندب اور زید بن اسلم رحمہم اللہ (جیسے کبار تابعین موجود تھے)

مکہ میں، عبیداللہ بن عمر، عطاء، طاؤس، مجاہد، عکرمہ اور ابن ابی ملیکہ رحمہم اللہ۔

کوفہ میں۔ علقمہ، اسود، مسروق، عبیدہ، عمرو بن شرجیل، حارث بن قیس، ربیع بن خیثم، عمرو بن میمون، ابوعبدالرحمٰن السلمی، زر بن حبیش، عبید بن فضیلہ، ابوزرعہ بن عمرو، سعید بن جبیر، نخعی اور شعبی رحمہم اللہ

بصرہ میں عامر بن قنبل، ابوالعالیہ، ابورجاء، نصر بن عاصم، یحییٰ بن نصیر، جابر بن زید، حسن، ابن سیرین اور قتادہ رحمہم اللہ۔

شام میں مغیرہ بن ابی شہاب مخزومی (عثمان کے شاگرد قراءت) خلید بن سعد رحمہ اللہ (ابودرداء کے شاگرد) اور ان کے علاوہ دیگر حضرات موجود تھے۔

چنانچہ ہر شہر والے نے اپنے مصحف سے ان صحابہ کی نگرانی میں جنہوں نے قرآن نبیؐ سے حاصل کیا تھا، قراءت

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

حاصل کی، پھر صحابہ کے شاگردان کے قائم مقام ہوگئے پھر ایک قوم نے اپنے آپ کو قراءۃ کے اَخذ وضبط کے لیے خاص کیا انہوں نے قراءات کا علم خوب اہتمام سے حاصل کیا حتیٰ کہ وہ اس فن میں مقتداء اور راہنما بن گئے۔لوگ ان سے قراءات اخذ کرنے کے لیے آتے۔ان کے شہریوں نے بھی ان کی قراءات پر اجماع کرلیا حتیٰ کہ کوئی دو آدمی بھی ایسے نہیں ملتے جنہوں نے ان کی قراءات کی صحت کے متعلق اختلاف کیا ہو۔قراءت کے ساتھ خاص تعلق کی وجہ سے قراءات انہی کی طرف منسوب کی جانے لگیں اور آج تک اسی نسبت کے ساتھ رائج ہیں۔

اب اُمت کا اس بات پر اجماع ہو چکا ہے کہ ان ائمہ نے جو کچھ بھی مصاحف کے مطابق کمی وزیادتی کا اختلاف نقل کیا ہے وہ قرآن ہے (اور جو ترک کیا ہے وہ غیر قرآن ہے)

مصحف صدیقی رضی اللہ عنہ

رہی بات مصحف صدیقی کی تو جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کتابت مصاحف سے فارغ ہوئے تو انہوں نے (وعدہ کے مطابق) مصحف صدیقی حفصہ رضی اللہ عنہا کو واپس کردیا۔جب مروان (بن عبدالحکم) کا دور آیا تو اس نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے یہ قرآن جلانے کے لیے منگوایا مگر آپ نے انکار کردیا۔جب حفصہ رضی اللہ عنہا فوت ہوئیں تو مروان ان کے جنازہ میں شریک ہوا اور ان کے بھائی عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے قرآن طلب کیا۔جنازے سے واپسی کے بعد وہ قرآن مروان کے پاس لے گئے۔مروان نے اس قرآن کو جلا دیا تاکہ لوگ اسے دیکھ کر پھر اختلافات کا شکار نہ ہوجائیں۔

سوال: اختلاف تو آج بھی موجود ہے پھر دعویٰ اتفاق کے کیا معنی؟

جواب: مروّجہ قراءات میں اختلاف نقص وزیادتی کا ہو یا نقاط واعراب کا وہ رسم مصاحف سے خارج نہیں، کیونکہ مصاحف نقاط و اِعراب سے اسی غرض سے خالی رکھے گئے تھے۔(تاکہ تمام قراءات صحیحہ کو منطبق کیا جاسکے)

مثلاً

فَصُرْهُنَّ	کو	فَصِرْهن
إِنَّ الامر كلّه لله	کو	ان الأمر كُلُّهُ لله
يَضُرُّكُمْ	کو	يَضِرْكُمْ
يَقُصُّ	کو	يَقْضِ پڑھنا

ان تمام قراءات کا رسم عثمانی میں احتمال موجود ہے۔

مصاحف جلانے کا حکم

امام دانی رحمہ اللہ ،ابن شہاب زھری رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہیں کہ عثمان رضی اللہ عنہ نے حفصہ رضی اللہ عنہا کا مصحف واپس کرنے کے بعد باقی تمام مصاحف کو جلا دیا۔[المقنع]

اور 'اللبیب' نامی کتاب میں ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حفصہ رضی اللہ عنہا کو مصحف لوٹانے کے بعد باقی جلانے کا حکم دیا اور یہ بھی کہا گیا ہے انہوں نے خود جلائے۔

شرح' جعبری'، میں ہے کہ پھر آپ نے مصحف حفصہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ دیگر صحابہ کے مصاحف کی طرف توجہ کی جو آنحضرت سے تفسیری کلمات سن کر لکھ لیتے تھے تاکہ انہیں جلا کر ختم کردیا جائے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس سے مراد اضافی مکتوبات متفرقہ بلا ترتیب کو جلانا ہو، تا کہ ان کی موجودگی میں پھر اختلاف نہ ہو جائے)۔

لبیب رحمہ اللہ کے قول 'أمر ھا' (انہوں نے حکم دیا) پر غور کیجئے اور قاضی رحمہ اللہ نے بڑے وثوق کے ساتھ یہ بات کہی ہے کہ صحابہ نے ان اوراق (زائدہ) کو پہلے پانی سے دھویا تا کہ ان کے نشانات اچھی طرح ختم ہو جائیں اور اس کے بعد انہیں جلایا۔ قصہ مختصر یہ کہ تیار کردہ مصاحف کے علاوہ کو جلانے پر کسی نے اعتراض بھی نہیں کیا۔

سرید بن علقمہ سے مروی ہے کہ علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر میں خلیفہ بنتا تو میں بھی وہی کام کرتا جو عثمان رضی اللہ عنہ نے کیا۔

مصعب بن سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب عثمان رضی اللہ عنہ نے ان اوراق کو جلایا تو میں نے بہت سے لوگوں کو متعجب ہوتے دیکھا، لیکن ان میں سے کسی ایک نے بھی عثمان پر عیب نہیں لگایا۔ اس میں احراق کتب مقدسہ کی دلیل ہے اور ابن بطال نے کہا ہے کہ اس حدیث میں ایسی کتابوں کے جلانے کی دلیل ہے جن میں "اللہ" لکھا ہو، کیونکہ یہ نوری (حروف) کے اکرام کی خاطر ہے تا کہ وہ پاؤں میں نہ روندے جائیں۔

اور 'الاتقان' میں ہے جب قرآن کے بوسیدہ حروف کو تلف کرنے کی ضرورت ہو تو انہیں گڑھے میں دفن کرنا جائز نہیں، کیونکہ یہ پاؤں تلے روندے جائیں گے انہیں پھاڑنا بھی درست نہیں، کیونکہ اس سے حروف اور کلمات متفرق ہو جائیں گے جس سے مکتوب مصاحف معیوب ہوں گے۔ حلیمی نے اسی طرح کہا ہے اور مزید کہا ہے کہ اگر انہوں نے جلایا تھا تو پہلے اس کو پانی سے دھو لیا تھا لہٰذا عثمان کے مصاحف جلانے میں کوئی حرج کی بات نہیں، کیونکہ انہوں نے وہ اَوراق جلائے تھے جن میں منسوخ قراءات تھیں اور ان کے علاوہ بعض دیگر لوگوں کا موقف ہے کہ دھونے سے جلانا بہتر ہے، کیونکہ دھونے کے بعد تو پانی زمین پر گرا دیا جائے گا اور قاضی حسین رحمہ اللہ نے بالجزم مذکورہ بات پر حاشیہ آرائی کرتے ہوئے مصاحف کے جلانے کو حرام قرار دیا ہے، کیونکہ یہ خلاف احترام ہے اور امام نووی رحمہ اللہ نے مکروہ قرار دیا ہے۔ بہرحال یہ مسئلہ اہل علم میں مختلف فیہ ہے۔ واللہ اعلم

مصاحف عثمانیہ کی تعداد کے بارہ میں

مصاحف عثمانیہ کی تعداد میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ یہ مندرجہ ذیل چھ ہیں۔ ابن عامر رحمہ اللہ نے اسی کو صحیح قرار دیا ہے۔

① مکی ② شامی ③ بصری ④ کوفی

⑤ مدنی عام، (جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مدینہ میں ایک جگہ پر عام لوگوں کے لیے رکھوایا تھا)

⑥ مدنی خاص (جسے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے لیے رکھا تھا۔ اسے مصحف امام بھی کہا جاتا ہے)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ اور علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ کے بقول پانچ تھے اور صاحب 'زاد القراء' نے لکھا ہے کہ جب عثمان رضی اللہ عنہ نے ایک نقل تیار کروا لی جس کا نام 'امام' رکھا تو پھر اس سے مزید نقول تیار کروا کر ایک ایک مکہ، کوفہ، بصرہ، شام کی طرف روانہ کیا اور ایک نسخہ مدینہ میں رکھا۔ جعبری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''مدینہ میں ایک نسخہ عام لوگوں کے لیے تھا اور ایک آپ نے اپنے لیے رکھا تھا اور باقی اپنے گورنروں کی طرف بھیج دیئے۔ پھر فرماتے ہیں مصاحف کی تعداد آٹھ ہے۔ پانچ اتفاقی اور تین اختلافی ہیں یعنی متفق علیہ تو کوفی، بصری، شامی، مدنی عام اور مدنی خاص ہیں جبکہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مکی، بحرینی اور یمنی کے بارہ میں اختلاف ہے ان کی دلیل علامہ شاطبی رحمہ اللہ کے مندرجہ ذیل اشعار ہیں:

وسار فی نسخ منها مع المدنی
كوف شام ولبصر ثملا البصرا
وقيل مكه والبحرين مع يمن
ضاعت بها نسخ فی نشرها قطرا

''ان نسخوں میں سے ایک ایک نسخہ مدینہ، کوفہ، شام اور بصریٰ کی طرف بھی روانہ کیا جس نے آنکھوں کو (خیر و برکت) سے بھر دیا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ مکہ، بحرین اور یمن کی طرف بھی ایک ایک نسخہ بھیجا۔ یہ نسخے خوشبو کی طرح چار سو پھیل گئے۔''

اگر آپ یہ کہیں کہ شاطبی رحمہ اللہ کے مذکورہ اشعار میں تو سات کا تذکرہ ہے نہ کہ آٹھ کا؟ تو ہم کہیں گے کہ مدنی سے مراد مدنی عام و خاص دونوں ہیں اس کی دلیل شاطبی کا یہ قول ہے۔

سورہ بقرہ میں:

وأوصىٰ الإمام مع الشامی والمدنی

''(ووصیٰ کو) شامی، امام (مدنی خاص) اور مدنی (عام) میں وأوصیٰ (لکھا گیا ہے)''

جب عثمان رضی اللہ عنہ نے قرآن ایک مصحف میں جمع کر لیا تو اس کا نام مصحف امام رکھا اور پھر اس سے مزید نقول تیار کروا کر مصحف امام کو اپنے لیے خاص کر لیا اور مصحف مدنی (عام) کو (افادہ عام کے لئے) اس کے مقام پر رکھ دیا اور باقی مصاحف اپنے امراء کی طرف روانہ کر دیئے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ایک مصحف مصر کی طرف روانہ کیا۔

مصاحف وصحف اور جمع صدیقی وعثمانی کا فرق

مُصاحف اور صحف کا فرق:

صحیفوں سے مراد وہ اوراق ہیں جنہیں عہد صدیقی میں جمع کیا گیا تھا۔ یہ متفرق سورتیں تھیں اگرچہ آیات کے اعتبار سے مرتب تھیں، لیکن موجود ترتیب سور کے مطابق نہ تھیں جب انہی سورتوں کو موجودہ ترتیب کے مطابق مرتب شکل میں لکھ دیا تو یہی مصحف بن گیا۔

جمع صدیقی وعثمانی کا فرق

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے تو قرآن مجید ختم ہو جانے کے اندیشے کے پیش نظر نبی ﷺ کی بتلائی ہوئی آیات کو سور کی ترتیب کے مطابق جمع کر دیا اور جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں اختلاف قراءت رونما ہوا یہاں تک کہ لوگوں نے اپنی لغات کی وسعت کی بنا پر قرآن اپنی لغات کے مطابق پڑھنا شروع کر دیا اور معاملہ یہاں تک جا پہنچا کہ لوگ ایک دوسرے کی لغت کو غلط کہنے پر اتر آئے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اس معاملے سے گھبرائے، لہٰذا انہوں نے ان متفرق صحائف کو ایک مصحف میں جمع کر دیا۔ سو صحائف میں آیت کی اور مصاحف میں سور و آیات کی ترتیب آپ ﷺ کی بیان کردہ ترتیب کے مطابق تھی۔

امام دانی رحمہ اللہ عدد قرآن کی بحث میں فرماتے ہیں: صحابہ نے آیات کے سرے (اختتام) اور ان کی ترتیب نیز

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سورتوں کی ترتیب بھی آپ ﷺ سے حاصل کی تھی۔ جیسا کہ امام ترمذی، نسائی، ابوداؤد رحمہم اللہ نے نقل کیا ہے اور امام حاکم رحمہ اللہ نے اسے صحیح کہا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے جب آپ ﷺ پر آیات نازل ہوتیں تو آپ ﷺ فرماتے فلاں آیت کو فلاں سورت میں لکھ دو۔

اسی کی طرف امام شاطبی رحمہ اللہ نے اپنے مندرجہ ذیل اشعار میں اشارہ کیا ہے:

فامسك الصحف الصديق ثم إلى الفاروق اسلمها لما قضى العمر
وعند حفصة كانت بعد فاختلف القراء فاعتزلوا فى احرف زمراً
وكان فى بعض مغزاهم مشاهدهم حذيفه فرأى فى خلفهم عبرا
فجاء عثمان مذعوراً فقال له أخاف أن يخلطوا فادرك الشير
فاستحضر الصحف الالى التى جمعت وخص زيدا ومن قريشه لفرا
فجردو كتابته كما يهوى ما فيه شكل ولا نقط فيتجرا

’’(جمع شدہ) صحیفے ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے پاس رکھے جب انہوں نے عمر رضی اللہ عنہ کو خلافت کے لیے منتخب کیا تو وہ صحیفے ان کے سپرد کردیئے۔ وہ صحیفے عمر رضی اللہ عنہ کے بعد حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس آگئے اور انہی کے پاس رہے یہاں تک کہ قراء کا اختلاف گروہوں کی شکل میں رونما ہوا۔ اس اختلاف کو حذیفہ رضی اللہ عنہ نے اپنی بعض مہمات میں دیکھا تو اس کے انجام و نتائج کو بھانپ گئے۔ سو وہ اس خوف کی کیفیت میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہا اس سے پہلے کہ اختلاف بڑھے لوگوں کی راہنمائی کی جائے۔ چنانچہ انہوں نے پہلے سے جمع شدہ صحیفے منگوائے اور زید رضی اللہ عنہ (کی نگرانی میں) قریش کی ایک جماعت کو (اس کام کے لیے) خاص کیا۔ انہوں نے رسول اللہ ﷺ پر منزل متفرق حروفِ سبعہ کو لغت قریش کے مطابق لکھا۔ ہاں انہوں نے مصاحف کو نقاط اور اعراب سے خالی رکھا (تاکہ دوسری قراءات بھی اس پر منطبق ہوسکیں) اس بات پر مصاحف کی کتابت بھی دلالت کرتی ہے۔‘‘

ضروری اِعلان

ملکی حالات سے آگاہی رکھنے والا ہر شخص واقف ہے کہ مہنگائی کے طوفان سے ہر طبقہ اور ادارہ متاثر ہے۔ اسی مہنگائی اور طباعت کے بڑھتے ہوئے خرچ کی وجہ سے ادارہ 'رُشد' کو علم قراءات نمبر (حصہ اوّل) میں تقریباً سوا لاکھ روپے کا خسارہ برداشت کرنا پڑا ہے۔ ادارے کے مالی حالات اجازت نہیں دیتے کہ فی شمارہ اتنی خطیر رقم اپنی طرف سے ادا کرے، چنانچہ انتظامیہ رُشد کو مجبوراً یہ فیصلہ کرنا پڑ رہا ہے کہ

(۱) حالیہ اور آئندہ شمارہ یعنی حصہ دوم وسوم کی قیمت مبلغ -/300 روپے فی شمارہ ہوگی۔

(۲) اس سلسلے میں عام قاری اور طلباء کے درمیان کوئی امتیاز نہیں ہوگا۔

(۳) ماہنامہ رُشد کے مستقل خریدار مبلغ -/200 روپے بھیج کر شمارہ حاصل کرسکیں گے۔ (ادارہ)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ